Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 04, Issue 02, July - December 2025, PP: 01-22
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت، ضرورت، اہمیت، تحدیات اور عملی اقدامات

Integrating Modern Disciplines into Madrasa Education: Assessing the Imperatives, Overcoming the Barriers, and Charting Implementable Strategies

Dr. Maryam Noureen
Post-Doctoral Fellow, Islamic Research Intitute, International Islamic University, Islamabad.
Mariyamphd6@gmail.com

Dr. Hafiz Aftab Ahmad
Head, Department of Comparative Study of World Religions, Islamic Research Institue, International Islamic University, Faisal Masjid Campus, Islamabad.
aftab.ahmad@iiu.edu.pk

Abstract

Religious seminaries (madaris) in the Indian subcontinent have been a cornerstone of the region's intellectual tradition, playing a pivotal role for centuries in preserving and promoting Islamic sciences. However, the evolving demands of the modern age, coupled with socio-economic challenges and a technology-driven global landscape, have rendered it imperative to thoughtfully integrate contemporary disciplines such as the social sciences, natural sciences, and information technology into the curricula of these institutions. This paper examines the rationale behind incorporating modern sciences into madrasa education, exploring its potential religious, social, and economic benefits. It also investigates the extent to which innovation can be introduced while preserving the existing educational framework. Furthermore, the study identifies key intellectual, financial, institutional, and ideological challenges hindering this integration and proposes practical measures to address them. The studt will answer these questions:

What is the religious (Shariah) and educational status of integrating modern sciences into madrasa curricula?

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

What potential benefits can madaris and society at large derive from this inclusion?
What challenges do madaris face in this process?
What actionable recommendations can be considered to overcome these challenges?
The research employs a qualitative approach, including a systematic review of relevant literature, interviews with education experts and madrasa administrators, and a case study analysis of existing models (e.g., Darul Uloom Waqf Deoband, Jamia-tur-Rashid, and other prominent seminaries).

Keywords: *Religious seminaries (madaris), modern sciences, curriculum reform, Islamic education, contemporary challenges, educational integration.*

1 موضوع کا تعارف

دینی مدارس صدیوں سے اسلامی تعلیمات کے فروغ اور تحفظ کا اہم مرکز رہے ہیں۔ برصغیر کی تاریخ میں یہ ادارے صرف قرآن و حدیث کی تعلیم ہی نہیں دیتے رہے بلکہ سماجی رہنمائی، دعوت و اصلاح، اور ملی قیادت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ تاہم، وقت کے ساتھ معاشرتی، سائنسی اور تکنیکی تبدیلیوں نے تعلیم کے میدان میں نئے تقاضے پیدا کیے۔ موجودہ دور میں، جہاں علم و تحقیق کی رفتار تیز ہو چکی ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں ٹیکنالوجی اور جدید علوم کا عمل دخل بڑھ گیا ہے، وہاں دینی مدارس کے لیے بھی یہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اپنے نصاب اور تدریسی نظام میں عصری علوم کو شامل کریں تاکہ طلبہ نہ صرف دینی بصیرت کے حامل ہوں بلکہ دنیاوی تقاضوں سے بھی ہم آہنگ رہ سکیں۔

1.1 ضرورت

1. موجودہ دور میں تعلیم محض روایتی علوم تک محدود نہیں رہی بلکہ سائنس، ٹیکنالوجی، معیشت، ابلاغیات اور دیگر جدید شعبے انسانی زندگی کا لازمی حصہ بن چکے ہیں۔ مدارس کے طلبہ اگر ان علوم سے ناواقف رہیں تو وہ معاشرے کے عملی اور فکری میدان میں پیچھے رہ جائیں گے۔
2. عصری علوم کی شمولیت سے طلبہ جدید دنیا کی زبان اور اسلوب میں بات کرنے کے قابل ہوتے ہیں، جس سے وہ بین المذاہب اور بین الثقافتی مکالمہ میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

3. عصر حاضر میں ملازمت اور روزگار کے لیے صرف دینی تعلیم کافی نہیں۔ عصری مضامین کے ذریعے مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ تدریس، تحقیق، میڈیا، اور دیگر شعبوں میں بھی خدمات انجام دے سکتے ہیں، جس سے وہ معاشی طور پر خود کفیل ہو سکتے ہیں۔
4. جدید علوم، خاص طور پر ابلاغیات اور ٹیکنالوجی، دعوت و تبلیغ کے کام کو زیادہ مؤثر بنا سکتے ہیں۔ آن لائن پلیٹ فارمز، سوشل میڈیا، اور ڈیجیٹل پبلی کیشنز اسی وقت بہتر استعمال ہو سکتے ہیں جب مدارس کے طلبہ ان کی فنی مہارت رکھتے ہوں۔

1.2 اہمیت

دینی اور عصری علوم کا امتزاج ایک ایسی تعلیم فراہم کرتا ہے جو طلبہ کے ذہن و فکر کو متوازن بناتا ہے۔ اس سے ایک ایسا فرد تیار ہوتا ہے جو دینی اصولوں پر قائم رہتے ہوئے جدید دنیا کے مسائل حل کر سکتا ہے۔ ایسے علما جو دینی علوم کے ساتھ عصری مضامین میں بھی مہارت رکھتے ہوں، وہ قوم کی فکری و سیاسی رہنمائی زیادہ بہتر انداز میں کر سکتے ہیں۔ بین الاقوامی فورمز پر اسلامی نقطۂ نظر پیش کرنے کے لیے عالمی زبانوں، معاصر مسائل، اور جدید تحقیق سے واقفیت ضروری ہے، جو صرف عصری علوم کے ذریعے ممکن ہے۔ عصر حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لیے مختلف علمی و فکری محاذ استعمال کیے جا رہے ہیں۔ ایسے میں عصری تعلیم یافتہ علما ان فکری حملوں کا علمی اور مدلل جواب دے سکتے ہیں۔

2 دینی مدارس کا تاریخی پس منظر

دینی مدارس کا آغاز ابتدائی اسلامی عہد سے ہوا، جب مساجد ہی تعلیم کے مراکز ہوا کرتی تھیں۔ دینی تعلیم کی ابتدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدینہ منورہ کے مدرسہ صفہ سے ہوئی، جو اسلامی تاریخ کا پہلا تعلیمی ادارہ تھا۔ یہ مدرسہ مسجد نبوی کے ساتھ واقع تھا، جہاں اصحاب صفہ رہائش پذیر تھے اور قرآن، حدیث، اور اسلامی احکام کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اساتذہ کی حیثیت سے تعلیم دیتے تھے، اور صحابہ کرام جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس مدرسے سے علم حاصل کیا۔ صفہ کا مدرسہ ایک غیر رسمی تعلیمی نظام تھا، جہاں زبانی روایات اور عملی تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔ یہ مدرسہ اسلامی تعلیم کی بنیاد بنا، جو دینی علوم کو پھیلانے کا ذریعہ تھا۔ اس کے علاوہ، یہ مدرسہ سماجی فلاح کا بھی مرکز

تھا، جہاں غریب اور ضرورت مند طلبہ کی کفالت کی جاتی تھی۔[2] خلافت راشدہ (11–40 ہجری) کے دور میں دینی تعلیم کو منظم کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساجد کو تعلیمی مراکز بنایا، جہاں قرآن اور حدیث کی تدریس ہوتی تھی۔ اس دور میں دمشق اور بصرہ جیسے شہروں میں دینی حلقوں نے جنم لیا، جہاں صحابہ کرام نے تعلیم دی۔ اموی دور (41–132 ہجری) میں دینی تعلیم کی ترویج جاری رہی، لیکن سیاسی تنازعات کی وجہ سے رسمی مدارس کی تعداد محدود تھی۔ تاہم، عروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ جیسے علماء نے سیرت نگاری کے ذریعے دینی علوم کو محفوظ کیا۔ اموی دور میں مساجد اور مکاتب دینی تعلیم کے اہم مراکز رہے، جہاں زبانی روایات کو تحریری شکل دی گئی۔

عباسی دور (132–656 ہجری) دینی مدارس کے عروج کا دور تھا، جہاں بغداد، بصرہ، اور قاہرہ جیسے شہروں میں منظم تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ خلافت عباسیہ کے دور میں باضابطہ طور پر مدارس کا قیام شروع ہوا، جس کی بہترین مثال بغداد کا مدرسہ نظامیہ ہے، جو 1067ء میں نظام الملک طوسی نے قائم کیا۔[3] یہ مدارس قرآن، حدیث، فقہ، اور منطق جیسے علوم کی تعلیم دیتے تھے اور کئی صدیوں تک اسلامی علمی روایت کا مرکز رہے۔ بیت الحکمت بغداد ایک اہم مرکز تھا، جہاں دینی علوم کے ساتھ فلسفہ، طب، اور ریاضی بھی پڑھائے جاتے تھے۔ اس دور میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی جیسے فقہاء نے اپنی فقہی کتب کے ذریعے دینی تعلیم کو منظم کیا۔[4] عباسی دور میں مدارس کی تعداد بڑھی، اور نصاب میں قرآن، حدیث، فقہ، اور عربی زبان شامل تھی۔ یہ مدارس طلبہ کو مفت تعلیم اور رہائش فراہم کرتے تھے، جو سماجی فلاح کا باعث بنے۔ اس دور میں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی شمولیت نے اسلامی تمدن کو عروج دیا۔

اندلس (92–897 ہجری) میں دینی تعلیم نے ایک نئے انداز میں ترقی کی۔ قرطبہ اور غرناطہ کے مدارس میں دینی علوم کے ساتھ سائنس، فلکیات، اور طب بھی پڑھائے جاتے تھے۔ ابن عبد البر اور ابن حزم جیسے علماء نے سیرت نگاری اور فقہ کو فروغ دیا، جو دینی تعلیم کی ترقی کا باعث بنا۔[5]

عثمانی دور (699–1342 ہجری) میں دینی مدارس کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی۔ استنبول کے مدرسہ سلیمانیہ نے دینی اور عصری علوم کو یکجا کیا، جو طلبہ کو انتظامی اور فوجی عہدوں کے لیے تیار کرتا تھا۔ عثمانی مدارس میں نصاب کو منظم کیا گیا، اور فقہ، حدیث، اور تفسیر کے ساتھ ریاضی اور فلکیات بھی شامل کیے گئے۔

برصغیر میں دینی تعلیم کا آغاز فتوحات اسلامی کے ساتھ ہوا، لیکن شاہ ولی اللہ (1114-1176 ہجری) نے اسے منظم کیا۔ انہوں نے مدرسہ رحیمیہ قائم کیا، جہاں قرآن، حدیث، اور فقہ کی تدریس ہوتی تھی۔ ان کے نصاب نے دینی علوم کو عصری تناظر سے جوڑا، جو برصغیر کے مدارس کی بنیاد بنا۔[6] دارالعلوم دیوبند (1866ء) نے برصغیر میں دینی تعلیم کو فروغ دیا۔ اس کے نصاب میں فقہ، حدیث، اور عربی کے ساتھ عصری مضامین جیسے تاریخ اور جغرافیہ بھی شامل کیے گئے۔ دارالعلوم دیوبند نے طلبہ کو دینی اور سماجی قیادت کے لیے تیار کیا، جو برطانوی راج کے خلاف مزاحمت کا مرکز بھی بنا۔ برصغیر میں دینی مدارس کا آغاز مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہوا، لیکن مغلیہ دور اور بعد ازاں برطانوی استعمار کے خلاف ردعمل کے طور پر ان کی اہمیت مزید بڑھی۔[7]

2.1 موجودہ دور: دینی مدارس کی صورت حال

موجودہ دور میں دینی مدارس پاکستان، مصر، ترکی، اور سعودی عرب جیسے ممالک میں فعال ہیں۔ پاکستان میں وفاق المدارس العربیہ اور رابطۃ المدارس جیسے اداروں نے دینی تعلیم کو منظم کیا، لیکن عصری علوم کی شمولیت محدود ہے۔ مصر کا الازہر مدرسہ دینی اور عصری علوم کا ایک کامیاب امتزاج ہے، جو طلبہ کو طب اور انجینئرنگ جیسے شعبوں میں تیار کرتا ہے۔ ترکی کے امام حاطپ اسکولز اور سعودی عرب کی اسلامی یونیورسٹی آف مدینہ نے دینی تعلیم کو جدید ٹیکنالوجی سے جوڑا ہے۔[8]

تاہم، پاکستان جیسے ممالک میں دینی مدارس کو چیلنجز کا سامنا ہے، جیسے وسائل کی کمی اور عصری علوم کی محدود شمولیت۔ یہ مسائل مدارس کی سماجی اور معاشی کردار کو متاثر کرتے ہیں۔

دینی مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد اسلامی عقائد، عبادات اور فقہی علوم کی تعلیم و تربیت فراہم کرنا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مدارس سماجی اخلاقیات، اسلامی ثقافت، اور علماء کی تیاری کے مراکز بھی بنے۔[9] درسِ نظامی کا آغاز 18ویں صدی میں ملا نظام الدین سہالوی کے ذریعے ہوا۔ اس نصاب میں فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، نحو، صرف، منطق، فلسفہ، اور دیگر عقلی و نقلی علوم شامل تھے۔ نصاب کا بنیادی مقصد ایسے علما تیار کرنا تھا جو نہ صرف مذہبی رہنمائی کر سکیں بلکہ علمی مناظرات میں بھی مہارت رکھیں۔[10]

گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ دینی مدارس کا تاریخی پس منظر صفہ کے مدرسے سے شروع ہو کر موجودہ دور تک پھیلا ہے، جو اسلامی تعلیم کی ترویج اور سماجی فلاح کا ذریعہ رہا۔ اموی، عباسی، اور عثمانی ادوار میں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی شمولیت نے اسلامی تمدن کو عروج دیا۔ برصغیر میں شاہ ولی اللہ اور دارالعلوم دیوبند نے دینی تعلیم کو منظم کیا، لیکن موجودہ دور میں عصری علوم کی شمولیت کی

ضرورت ہے تاکہ مدارس جدید چیلنجز سے نمٹ سکیں۔ دینی مدارس مسلم دنیا میں نہ صرف دینی تعلیم بلکہ فکری و ثقافتی شناخت کے بھی محافظ رہے ہیں۔ درس نظامی جیسے نصاب نے انہیں علمی وقار عطا کیا، اگرچہ آج کے دور میں عصری تبدیلیوں اور علمی ضروریات کے تناظر میں نصاب میں اصلاحات کی ضرورت پر بھی زور دیا جارہا ہے۔

3 عصری علوم کا مفہوم و مراد، اقسام

"عصری علوم" سے مراد وہ سائنسی، معاشرتی، لسانی، تکنیکی اور اقتصادی علوم ہیں جو انسانی زندگی کے مادی و عمرانی پہلوؤں کو سمجھنے، بہتر بنانے اور ترقی دینے کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں۔ یہ علوم انسانی عقل اور تجربے پر مبنی ہوتے ہیں، اور زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے ہیں۔[11]

عصری علوم کی اقسام درج ذیل ہیں:

1. سائنسی علوم :(Natural Sciences) جیسے فزکس، کیمسٹری، بایولوجی۔
2. معاشرتی علوم :(Social Sciences) جیسے سوشیالوجی، سیاسیات، نفسیات۔
3. لسانی علوم :(Linguistic Sciences) جیسے زبان شناسی، ترجمہ، ادب۔
4. معاشی علوم :(Economic Sciences) جیسے اکنامکس، بزنس، فنانس۔
5. تکنیکی علوم :(Technical Sciences) جیسے انجینئرنگ، آئی ٹی، مصنوعی ذہانت۔[12]

3.1 دینی و عصری علوم کی تفریق

دینی اور عصری علوم کی تفریق ایک تاریخی عمل ہے جو اسلامی تمدن کے مختلف ادوار میں مختلف شکلوں میں سامنے آیا۔ دینی علوم سے مراد وہ علوم ہیں جو قرآن، حدیث، فقہ، اور تفسیر سے متعلق ہیں، جبکہ عصری علوم جدید سائنسی، تکنیکی، اور سماجی علوم کو شامل کرتے ہیں۔ صدر اسلام میں دینی اور عصری علوم کی کوئی واضح تفریق موجود نہ تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدرسہ صفہ ایک ایسا مرکز تھا جہاں قرآن، حدیث، اور اسلامی احکام کے ساتھ ساتھ عملی زندگی کے علوم جیسے تجارت اور زراعت کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ اس دور میں علم ایک وحدت کی شکل میں تھا، جہاں دینی تعلیمات زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل کرتی تھیں۔ مثال کے طور پر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکوۃ کے نظام کو معاشی اصولوں سے جوڑا، جو عصری علوم کا عملی اطلاق تھا۔ خلافت راشدہ کے دور میں بھی یہ

وحدت بر قرار رہی۔ صحابہ کرام نے مساجد کو تعلیمی مراکز بنایا، جہاں دینی علوم کے ساتھ سماجی اور انتظامی علوم کی تدریس ہوتی تھی۔ اس دور میں علم کی کوئی رسمی تقسیم نہ تھی، اور دینی تعلیمات دنیاوی زندگی سے ہم آہنگ تھیں۔ ابتدائی اسلامی دور میں علم کو دینی و دنیاوی میں تقسیم نہیں کیا جاتا تھا۔ "علم" کو ایک وحدانی حقیقت سمجھا جاتا تھا، جس میں فقہ، حدیث کے ساتھ ساتھ طب، فلکیات اور ریاضی بھی شامل تھے۔ امام رازی، ابن الہیثم اور البیرونی جیسے علماء نے دونوں علوم میں خدمات انجام دیں۔[13]

لیکن خلافت کے زوال، مغرب کی ترقی، اور مسلم دنیا میں استعماری اثرات نے دینی مدارس کو دینی علوم تک محدود کر دیا جبکہ عصری علوم کو مغربی اداروں میں منتقل کر دیا گیا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں سے "تفریق" کی بنیاد پڑی۔

برصغیر میں دینی اور عصری علوم کی تفریق شاہ ولی اللہ کے دور (1114-1176 ہجری) میں کم تھی۔ انہوں نے مدرسہ رحیمیہ میں دینی علوم کو عصری تناظر سے جوڑا، جیسے کہ فقہ کو معاشرتی مسائل سے مربوط کر کے۔ تاہم، برطانوی راج کے دوران دینی علوم کو مساجد اور مدارس تک محدود کر دیا گیا، جبکہ عصری علوم انگریزی اسکولوں میں پڑھائے گئے۔ دارالعلوم دیوبند (1866ء) نے دینی علوم کو ترجیح دی، لیکن تاریخ اور جغرافیہ جیسے مضامین کو بھی شامل کیا۔ اس کے باوجود، عصری علوم کی محدود شمولیت نے دینی اور عصری علوم کے درمیان فاصلہ بڑھایا، جو جدید دور میں بھی جاری ہے۔

موجودہ دور میں دینی اور عصری علوم کی تفریق واضح ہے۔ پاکستان میں وفاق المدارس جیسے اداروں نے دینی علوم پر توجہ دی، جبکہ عصری علوم محدود ہیں (Saeed 2017, 55)۔ مصر کا الازہر اور ملائیشیا کی IIUM دینی اور عصری علوم کو ملا کر ایک کامیاب ماڈل پیش کرتے ہیں (Kamali 2003, 251)۔ تاہم، پاکستان جیسے ممالک میں وسائل کی کمی اور روایتی رویہ اس تفریق کو برقرار رکھتا ہے۔[14]

یہ تفریق طلبہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو محدود کرتی ہے اور امت مسلمہ کی فکری قیادت کو کمزور کرتی ہے۔ اسے کم کرنے کے لیے دینی اور عصری علوم کے امتزاج کی ضرورت ہے، جیسا کہ عباسی دور میں دیکھا گیا۔ اس تفریق کے اثرات یہ ہوئے کہ علمی تقسیم ہو گئی۔ مدارس اور عصری اداروں کے مابین خلا پیدا ہوا۔ معاشرتی دوری بھی پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں دینی علما اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے درمیان تفاوت ہو گیا۔ فکری تناؤ اور جھگڑے میں اضافہ ہوا۔ شریعت و جدیدیت کے مابین نظریاتی تصادم میں اضافہ ہوا۔[15]

3.2 اسلام میں علم کی جامعیت اور وحدت کا تصور

اسلامی تعلیمات میں "علم" کا تصور بہت وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "طلب العلم فريضة على كل مسلم"

[16]"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔" یہاں "علم" کو مطلق رکھا گیا، جس سے مراد صرف دینی علوم نہیں بلکہ تمام نافع علوم بھی ہیں۔[17]

3.3 ماضی وحال میں تعلیمی اداروں کی تقسیم

اسلامی تاریخ کے ابتدائی اور وسطی ادوار میں دینی و دنیاوی علوم کی کوئی علیحدہ تقسیم موجود نہیں تھی۔ مدارسِ اسلامیہ میں جہاں قرآن، حدیث، فقہ اور تفسیر جیسے دینی علوم پڑھائے جاتے تھے، وہیں ریاضی، منطق، فلسفہ، ہندسہ، فلکیات اور طب جیسے عصری و عقلی علوم بھی نصاب کا لازمی حصہ تھے۔ بغداد کے بیت الحکمہ اور قرطبہ کے تعلیمی مراکز میں دین اور دنیا کے علوم کا حسین امتزاج نظر آتا تھا۔ یہی وہ دور تھا جب مسلمان سائنس، فلسفہ اور فنون کے میدان میں دنیا کی قیادت کر رہے تھے۔ قرونِ وسطیٰ کے بڑے مدارس محض مذہبی مراکز نہیں بلکہ ہمہ گیر تعلیمی ادارے تھے جہاں مختلف النوع علوم میں مہارت حاصل کی جاتی تھی۔[18] استعماری دور میں یہ یکجہتی ٹوٹ گئی۔ برصغیر میں برطانوی راج کے قیام کے بعد، انگریزوں نے تعلیمی ڈھانچے کو اس انداز میں بدل دیا کہ جدید علوم کے لیے علیحدہ ادارے قائم کیے گئے، جیسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، گورنمنٹ کالج لاہور وغیرہ۔ ان اداروں میں انگریزی زبان، سائنس، انجینئرنگ اور دیگر جدید علوم پڑھائے جانے لگے، جب کہ دینی مدارس کو صرف مذہبی تعلیم تک محدود کر دیا گیا۔ اس پالیسی کا مقصد ایک طرف انتظامی و علمی طبقہ تیار کرنا تھا جو نوآبادیاتی حکومت کی ضروریات پوری کرے، اور دوسری طرف دینی طبقے کو جدید ریاستی و معاشی ڈھانچے سے دور رکھنا تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد بھی یہ تقسیم برقرار رہی۔ مدارس نے اپنے تاریخی تشخص اور تعلیمی آزادی کو محفوظ رکھنے کے لیے جدید علوم کو عملاً اپنے نصاب سے الگ رکھا۔ اس کے نتیجے میں ملک میں دو متوازی تعلیمی نظام پروان چڑھے: ایک دینی مدارس کا اور دوسرا جدید اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا۔ اس تقسیم نے نہ صرف علمی یکجہتی کو نقصان پہنچایا بلکہ معاشرتی ہم آہنگی اور فکری ہمہ گیری پر بھی اثرات مرتب کیے۔ معاصر مسلم مفکرین نے دینی اور عصری علوم کی اس تفریق پر گہری تشویش ظاہر کی ہے اور اس خلا کو پُر کرنے کے لیے عملی تجاویز پیش کی ہیں۔

- مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ: مولانا مودودیؒ اس بات کے قائل تھے کہ اسلام میں علم کی کوئی دوئی نہیں۔ ان کے نزدیک دینی اور سائنسی علوم ایک ہی سرچشمے سے پھوٹتے ہیں اور ایک مسلمان عالم کو دونوں پہلوؤں پر عبور ہونا چاہیے۔ ان کی

تحریروں اور فکری رہنمائی سے اسلامی یونیورسٹیوں کا تصور ابھرا، جہاں ایک ہی چھت تلے شرعی علوم اور جدید مضامین پڑھائے جاسکیں۔

- ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ: ڈاکٹر غازیؒ نے اسلامی قانون اور فقہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی شمولیت پر زور دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جدید قانون، معیشت اور بین الاقوامی تعلقات جیسے مضامین کو دینی تعلیم کے ساتھ جوڑ کر ہی ایسے علما تیار کیے جا سکتے ہیں جو عالمی سطح پر اسلام کی نمائندگی کر سکیں۔ ان کی کتاب Education in Islam میں انہوں نے واضح کیا کہ امت کو ایسے ماہرین درکار ہیں جو قرآن و سنت کے ساتھ جدید عالمی قوانین اور سائنسی حقائق سے بھی واقف ہوں۔[19]
- شیخ یوسف القرضاویؒ: شیخ القرضاویؒ نے اپنی علمی زندگی میں بارہا اس امر پر زور دیا کہ علم کے دو دھاروں (دینی اور دنیاوی) کو یکجا کرنا امت کی بقا کے لیے ناگزیر ہے۔ ان کے نزدیک علم کا اصل مقصد انسانی زندگی کی تعمیر اور اللہ کی زمین پر اس کے دین کا قیام ہے، اور اس مقصد کے لیے تمام علوم کا امتزاج ضروری ہے۔

آج جب دنیا ایک بار پھر علم و ٹیکنالوجی کے انقلاب سے گزر رہی ہے، دینی و عصری علوم کا امتزاج مزید اہم ہو گیا ہے۔ ماضی میں یہ یکجہتی مسلمانوں کو فکری و سائنسی قیادت کا مقام دلاتی تھی، اور آج بھی اگر مدارس اپنے نصاب میں عصری علوم کو شامل کریں، تو یہ تقسیم ختم ہو سکتی ہے اور ایک ایسی نسل تیار ہو سکتی ہے جو ایمان و علم دونوں میں کامل ہو۔

4 مدارس میں عصری علوم کی شمولیت: شرعی و فکری بنیادیں

دینی مدارس ہمیشہ سے اسلامی تہذیب و تمدن کے مرکز رہے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد قرآن و سنت کی حفاظت، اشاعت دین، اور علماء کی تیاری رہا ہے۔ تاہم عصر حاضر میں جہاں سائنسی اور معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوئی ہے، وہیں مدارس کے نصاب میں ان علوم کی عدم موجودگی ایک بڑا چیلنج بن کر سامنے آئی ہے۔ اس تناظر میں عصری علوم کی شمولیت کو شرعی اور فکری زاویوں سے دیکھنا ضروری ہو گیا ہے۔

4.1 قرآنی تعلیمات اور عصری علوم

قرآن مجید علم کے حصول کی اہمیت پر زور دیتا ہے اور اسے ہر قسم کے علم تک وسعت دیتا ہے، چاہے وہ دینی ہو یا عصری۔ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الإنسان من علق، اقرأ وربک الأکرم،

الذی علم بالقلم، علم الإنسان ما لم یعلم"[20] یہ آیات علم کی عمومیت اور قلم کے ذریعے تعلیم کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید ہر علم کی اصل و اساس ہے، چاہے وہ سائنسی ہو یا فکری۔[21] سورۃ فاطر میں اللہ تعالیٰ علماء کی فضیلت بیان کرتے ہیں:"إنما یخشی الله من عباده العلماء"[22] یہ آیت علماء کو عمومی طور پر خطاب کرتی ہے، جو دینی اور عصری علوم دونوں کے ماہرین ہو سکتے ہیں۔ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ کا خوف علم کے تناسب سے بڑھتا ہے، اور یہ علم کائنات کے مشاہدے اور فہم سے حاصل ہوتا ہے۔[23]

قرآن کائنات کے مطالعے کی دعوت دیتا ہے، جیسے کہ سورۃ فصلت میں فرمایا:"سنریهم آیاتنا فی الآفاق وفی أنفسهم حتی یتبین لهم أنه الحق"[24] یہ آیت سائنسی تحقیق اور کائناتی رازوں کی دریافت کی طرف اشارہ کرتی ہے، جو عصری علوم کا بنیادی مقصد ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن عصری علوم کی تعلیم کو نہ صرف جائز قرار دیتا ہے بلکہ اسے انسانی فلاح کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ قرآن مجید نے علم کی اہمیت بار بار اجاگر کی ہے۔

4.2 سیرت نبوی ﷺ اور دنیاوی علم کا مقام

نبی اکرم ﷺ نے عملی زندگی میں دنیاوی علوم کے فوائد کو تسلیم کیا۔ مثلاً غزوہ بدر کے بعد قیدیوں سے تعلیم کا تبادلہ کروانا، سائنسی آلات کے استعمال کی حوصلہ افزائی، زراعت اور تجارت کے جدید طریقے اپنانا، یہ سب دنیاوی علوم کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دینا بھی سیکھنے اور بین الاقوامی تعلقات کو سمجھنے کی ایک دلیل ہے۔[25]

سیرتِ نبوی ﷺ عصری علوم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دینی تعلیم کے ساتھ عملی اور دنیاوی علوم کی ترغیب دی۔ غزوہ بدر کے موقع پر اسیرانِ قریش سے فدیہ کے طور پر دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کی شرط عائد کی گئی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ دنیاوی تعلیم کو بھی اہمیت دی گئی۔26

نبی کریم ﷺ نے طب کے حوالے سے فرمایا:"لكل داء دواء، فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله" 27 یہ حدیث طب جیسے عصری علم کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو شہد، کلونجی، اور دیگر علاجوں کے بارے میں رہنمائی کی، جو سائنسی تحقیق کی بنیادیں رکھتی ہیں۔[28]

نبی کریم ﷺ نے علم کے حصول کو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض قرار دیا:"طلب العلم فريضة على كل مسلم" 29 امام

شافعی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ علم دینی احکام کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کو بھی شامل کرتا ہے، بشرطیکہ وہ وحی الٰہی کے تابع ہوں (الشافعی، الرسالۃ، ص:93)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیرتِ نبوی عصری علوم کی تعلیم کو شرعی طور پر جائز اور ضروری قرار دیتی ہے۔

اس حوالے سے مزید کچھ فقہاء و مفسرین کے اقوال درج ذیل ہیں:

1. امام غزالی نے "احیاء علوم الدین" میں علم کی تقسیم دین و دنیا میں نہیں کی بلکہ "فرض عین" اور "فرض کفایہ" کی بنیاد پر کی۔ انہوں نے طب، ریاضی، اور دیگر علوم کو فرض کفایہ قرار دیا۔[30]
2. ابن خلدون نے "المقدمہ" میں علم الاجتماع، معیشت، سیاست، اور تاریخ جیسے علوم کو علمی ترقی کا لازمی جزو قرار دیا۔ ان کے نزدیک صرف فقہ یا کلام کافی نہیں بلکہ دنیاوی علوم بھی دینی فہم کا حصہ ہیں۔[31]
3. شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کو دنیاوی ترقی میں حصہ لینے کی دعوت دی، اور علوم جدیدہ کو امت کی فلاح کے لیے ضروری قرار دیا۔[32]
4. اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت نہ صرف جائز ہے بلکہ وقت کی اشد ضرورت بھی ہے۔ قرآن و سنت، سیرت نبوی، اور مسلم مفکرین کے نظریات اس بات کے قائل ہیں کہ علم کو محض دینی یا دنیاوی کی بنیاد پر نہیں بلکہ نفع و ضرر کی بنیاد پر تقسیم کرنا چاہیے۔

5 عصری علوم کی شمولیت کے شرعی و فکری جواز

5.1 شرعی جواز

اسلامی شریعت علم کے حصول کو عبادت کا درجہ دیتی ہے، بشرطیکہ وہ اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ فقہاء نے عصری علوم کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، کیونکہ یہ معاشرے کی بنیادی ضروریات (مثلاً طب، انجینئرنگ، اور معاشیات) کو پورا کرتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ جو علم معاشرے کی بقا کے لیے ضروری ہے، اس کا حصول فرض ہے۔[33]

مدارس میں عصری علوم کی شمولیت شرعی طور پر جائز ہے، کیونکہ یہ علوم قرآن و سنت کے مقاصد (مثلاً حفظِ دین، حفظِ نفس، حفظِ مال) کو پورا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، طب کا علم حفظِ نفس کے لیے ضروری ہے، جبکہ معاشیات حفظِ مال کے لیے اہم ہے۔ جدید دور میں ٹیکنالوجی اور سائنس کے بغیر ان مقاصد کا حصول مشکل ہے۔

5.2 فکری جواز

فکری طور پر، عصری علوم کی شمولیت سے طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ جدید معاشرتی چیلنجز سے نمٹ سکتے ہیں۔ ابن خلدون کے مطابق، علوم کی جامعیت طلبہ کو معاشرے کے لیے زیادہ مفید بناتی ہے۔[34] جدید دور میں، دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کا علم طلبہ کو معاشی طور پر خودمختار بناتا ہے اور انہیں ملازمتوں کے مواقع فراہم کرتا ہے، جس سے وہ معاشرے میں بہتر کردار ادا کر سکتے ہیں۔[35]

6 عصری علوم کی ضرورت واہمیت

عصری علوم سے مراد جدید دور کے سائنسی، تکنیکی، سماجی، اور معاشی علوم ہیں جو انسانی زندگی کو سہل اور مؤثر بناتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں علم کے حصول کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے، اور یہ دینی و دنیاوی علوم دونوں کو شامل کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں، خلافت راشدہ اور عباسی دور میں دینی اور عصری علوم کو یکجا کیا گیا، جو مسلم معاشروں کی ترقی کا باعث بنا۔ جدید دور میں، مسلم امت کو عصری علوم کی ضرورت اس لیے ہے کہ یہ معاشی خودکفالت، فکری قیادت، اور سماجی مسائل کے حل کے لیے ناگزیر ہیں۔

6.1 عصری تقاضوں سے ہم آہنگی

جدید دور کے تقاضے، جیسے کہ ٹیکنالوجی کی ترقی اور عالمی معاشی مقابلہ، مسلم معاشروں کو عصری علوم کی طرف راغب کرتے ہیں۔ اسلامی فلاحی ریاست کا نظریہ بھی اس کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ یہ شہریوں کی مادی وروحانی ضروریات کو پورا کرنے پر زور دیتا ہے۔ عصری علوم کی شمولیت سے مسلم معاشرے عالمی چیلنجز، جیسے ماحولیاتی تبدیلی اور ڈیجیٹل تقسیم، سے نمٹ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ابن خلدون اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ علوم کی جامعیت معاشرے کی ترقی کا باعث بنتی ہے، اور یہ دینی اصولوں سے منسلک ہونی چاہیے۔[36]

جدید تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم ممالک میں عصری علوم کی کمی کی وجہ سے معاشی ترقی کی رفتار سست ہے۔ سعودی عرب اور

ملائیشیا جیسے ممالک نے عصری علوم کو دینی تعلیم سے جوڑ کر معاشی بہتری حاصل کی ہے۔ پاکستان میں بھی، دینی مدارس کو کمپیوٹر اور سائنس جیسے علوم شامل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ جدید معاشی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکیں۔ یہ ہم آہنگی نہ صرف افراد کی ذاتی ترقی بلکہ امت کی مجموعی فلاح کے لیے ضروری ہے، کیونکہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ دنیاوی علوم انسانی معاشرے کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔[37]

6.2 دینی اسکالرز کا جدید دنیا سے رابطہ

دینی اسکالرز کا جدید دنیا سے رابطہ عصری علوم کی شمولیت سے ممکن ہے، جو انہیں معاصر چیلنجز، جیسے کہ AI اور ماحولیاتی مسائل، کا سامنا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ امام غزالی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ علوم کو فرض کفایہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ طب اور ریاضی جیسے عصری علوم معاشرے کی بقا کے لیے ضروری ہیں۔ یہ رابطہ دینی اسکالرز کو جدید زبان میں اسلام کی دعوت دینے میں مدد دیتا ہے۔ جدید تحقیق میں، ترکی کے مدارس جیسے الازہر یونیورسٹی نے عصری علوم کو شامل کر کے دینی اسکالرز کو جدید دنیا سے جوڑا ہے، جس سے ان کی علمی ترقی میں اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان میں، دینی اسکالرز کا سوشل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز سے رابطہ انہیں عالمی سطح پر مخاطب کرنے کا موقع دیتا ہے، لیکن ڈیجیٹل خواندگی کی کمی ایک چیلنج ہے۔ یہ رابطہ امت کی فکری قیادت کو بحال کرتا ہے، جیسا کہ ابن خلدون نے اپنی مقدمہ میں کہا کہ علوم کی جامعیت سے معاشرہ ترقی کرتا ہے۔[38]

6.3 امت مسلمہ کی فکری و علمی قیادت کا احیاء

عصری علوم کی شمولیت امت مسلمہ کی فکری و علمی قیادت کو احیا کرتی ہے، کیونکہ یہ طلبہ کو جدید چیلنجز سے نمٹنے کے قابل بناتی ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اسلامی علوم کو دنیاوی علوم سے الگ رکھنا معاشرے کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔[39] یہ احیاء امت کو عالمی سطح پر فکری برتری دلاتا ہے۔

جدید مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ملائیشیا اور انڈونیشیا جیسے ممالک میں دینی مدارس نے عصری علوم کو شامل کر کے اپنے طلبہ کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں قیادت کے لیے تیار کیا ہے ۔ پاکستان میں بھی، یہ شمولیت دینی طلبہ کو ملازمتوں کے لیے تیار کرتی ہے، جو امت کی اقتصادی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ یہ احیاء امت کی فکری قیادت کو بحال کرتا ہے، جیسا کہ امام غزالی نے کہا کہ علم کی جستجو اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

6.4 تعلیمی وپیشہ ورانہ میدان میں دینی طلبہ کی شمولیت

دینی طلبہ کی تعلیمی وپیشہ ورانہ میدان میں شمولیت عصری علوم کی بدولت ممکن ہے، جو انہیں ملازمتوں اور معاشی خود مختاری کے لیے تیار کرتی ہے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ علوم کی جامعیت طلبہ کو معاشرے کے لیے مفید بناتی ہے۔ یہ شمولیت دینی طلبہ کو ڈاکٹری، انجینئرنگ، اور کاروبار جیسے شعبوں میں داخل ہونے کا موقع دیتی ہے۔ جدید تحقیق میں، قطر اور امارات جیسے ممالک میں دینی طلبہ کو عصری تعلیم دے کر پیشہ ورانہ میدان میں شامل کیا جاتا ہے، جو ان کی سماجی حیثیت کو بہتر کرتی ہے۔[40] پاکستان میں بھی، یہ شمولیت دینی طلبہ کو معاشی طور پر مضبوط کرتی ہے، جو امت کی مجموعی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ یہ عمل امت کی فکری و عملی قیادت کو احیا کرتا ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے کہا کہ دنیاوی علوم معاشرتی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

6.5 مدارس میں عصری علوم کی شمولیت

عصری علوم کی مدارس میں شمولیت ایک ایسا موضوع ہے جو اسلامی تعلیمی نظام کی جدیدیت اور روایتی اقدار کے درمیان توازن کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ذیل میں پاکستان، مصر، ترکی، سعودی عرب، اور ملائیشیا میں موجود ماڈلز کا جائزہ لیا جائے گا۔ پھر پاکستان کے اہم مدارس کے اقدامات پر روشنی ڈالی جائے گی اور کامیاب تجربات کی عملی مثالیں پیش کی جائیں گی۔

7 پاکستان، مصر، ترکی، سعودی عرب، اور ملائیشیا میں موجود ماڈلز

مسلمان ممالک میں مدارس کے نظام میں عصری علوم کی شمولیت مختلف ماڈلز کی صورت میں نظر آتی ہے، جو روایتی دینی تعلیم کو جدید سائنس اور ٹیکنالوجی سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پاکستان میں مدارس کا نظام روایتی ہے، جہاں وفاق المدارس العربیہ جیسے ادارے دینی نصاب پر زور دیتے ہیں، لیکن کچھ مدارس نے کمپیوٹر اور انگریزی کو شامل کیا ہے تاکہ طلبہ کو پیشہ ورانہ میدان میں تیار کیا جا سکے۔[41] مصر میں الازہر یونیورسٹی کا ماڈل ایک مثالی نمونہ ہے، جہاں دینی علوم کے ساتھ طب، انجینئرنگ، اور معاشیات جیسے عصری مضامین پڑھائے جاتے ہیں، جو طلبہ کو عالمی سطح پر مقابلہ کرنے کے قابل بناتا ہے۔[42]

ترکی میں امام حاطپ اسکولز کا نظام جدید ہے، جہاں روایتی اسلامی تعلیم کو سائنس، ریاضی، اور ٹیکنالوجی سے ملا کر پیش کیا جاتا ہے، جو ترکی کی سیکولر ریاست میں بھی مذہبی اقدار کو برقرار رکھتا ہے۔[43] سعودی عرب میں اسلامی یونیورسٹی آف مدینہ اور کنگ عبد العزیز یونیورسٹی نے عصری علوم کو دینی نصاب کا حصہ بنایا ہے، جہاں AI اور بایو ٹیکنالوجی جیسے مضامین اسلامی اخلاقیات کے ساتھ

پڑھائے جاتے ہیں، جو طلبہ کی علمی ترقی کو فروغ دیتا ہے ۔ ملائیشیا میں انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی ملائیشیا (IIUM) کا ماڈل ایک کامیاب مثال ہے، جہاں دینی اور عصری علوم کو انٹیگریٹ کر کے طلبہ کو گلوبل چیلنجز کے لیے تیار کیا جاتا ہے، جو معاشی اور سماجی ترقی کا باعث بنتا ہے۔[44] ان ماڈلز سے واضح ہوتا ہے کہ عصری علوم کی شمولیت مدارس کو جدید دنیا سے جوڑتی ہے، لیکن پاکستان جیسے ممالک میں وسائل کی کمی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

8 پاکستان کے وفاق المدارس، رابطۃ المدارس، جامعۃ الرشید، اور بیت السلام کے تحت جاری اقدامات

پاکستان میں دینی مدارس کے اتحاد جیسے وفاق المدارس العربیہ نے حال ہی میں کمپیوٹر اور انگریزی جیسے عصری مضامین کو نصاب میں شامل کرنے کے اقدامات شروع کیے ہیں، جو طلبہ کو پیشہ ورانہ میدان میں تیار کرنے کے لیے ہیں۔ وفاق المدارس نے 2020 میں ایک پالیسی اپنائی جس میں طلبہ کو ڈیجیٹل ٹولز اور سائنس کی بنیادی تعلیم دی جاتی ہے، تاکہ وہ جدید چیلنجز سے نمٹ سکیں، لیکن نفاذ میں تاخیر کی وجہ سے صرف 20-30٪ مدارس نے اسے اپنایا ہے۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ نے بھی آن لائن کورسز اور سوشل میڈیا ٹریننگ کے پروگرام شروع کیے ہیں، جو طلبہ کو اسلام کی تبلیغ کے لیے تیار کرتے ہیں، مگر ڈیجیٹل خواندگی کی کمی ایک چیلنج ہے ۔[45] جامعۃ الرشید کراچی نے عصری علوم کو دینی نصاب کا حصہ بنایا ہے، جہاں طلبہ کو کمپیوٹر سائنس اور انگلش کے کورسز پڑھائے جاتے ہیں، جو انہیں ملازمتوں کے لیے تیار کرتے ہیں اور 40٪ طلبہ کو پیشہ ورانہ میدان میں شمولیت کا موقع دیتے ہیں۔ بیت السلام، جو ایک جدید مدرسہ ہے، نے AI اور بایو ٹیکنالوجی جیسے مضامین کو شامل کیا ہے، جو طلبہ کی علمی ترقی کو فروغ دیتا ہے اور انہیں عالمی سطح پر مقابلہ کرنے کے قابل بناتا ہے۔ یہ اقدامات پاکستان کے مدارس کو جدید بنانے کی طرف ایک قدم ہیں، لیکن وسائل کی کمی اور روایتی مزاحمت کی وجہ سے بہتری کی ضرورت ہے۔

8.1 کامیاب تجربات اور عملی مثالیں

مسلمان ممالک میں مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کے کامیاب تجربات متعدد ہیں، جو عملی طور پر کامیابی کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ مصر میں الازہر یونیورسٹی نے دینی اور عصری علوم کو ملا کر طلبہ کو طب اور انجینئرنگ جیسے شعبوں میں تیار کیا ہے، جو 80٪ طلبہ کی ملازمت کی شرح کو بڑھاتا ہے۔[46] ترکی کے امام حاطپ اسکولز میں روایتی اسلامی تعلیم کو سائنس اور ٹیکنالوجی سے جوڑ کر طلبہ کو جدید پیشوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے، جو ترکی کی معاشی ترقی میں حصہ ڈالتے ہیں۔[47] سعودی عرب کی اسلامی یونیورسٹی آف مدینہ

نے AI اور بایو ٹیکنالوجی کو دینی نصاب کا حصہ بنایا ہے، جو طلبہ کو عالمی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے تیار کرتی ہے اور 70٪ طلبہ کو بین الاقوامی ملازمتوں کے مواقع فراہم کرتی ہے۔[48] ملائیشیا کی انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی ملائیشیا (IIUM) نے دینی اور عصری علوم کو انٹیگریٹ کر کے طلبہ کو گلوبل لیڈر بنایا ہے، جو معاشی اور سماجی ترقی کا باعث بنتا ہے ۔ پاکستان میں جامعۃ الرشید کا تجربہ کامیاب ہے، جہاں کمپیوٹر سائنس کی تعلیم سے طلبہ کو ٹیکنالوجی کے میدان میں داخل ہونے کا موقع ملا ہے ۔[49] بیت السلام نے بھی آن لائن کورسز کے ذریعے طلبہ کی ڈیجیٹل خواندگی بڑھائی ہے، جو ان کی پیشہ ورانہ شمولیت کو فروغ دیتا ہے۔[50]
ان تجربات سے واضح ہے کہ عصری علوم کی شمولیت مدارس کو جدید بناتی ہے اور طلبہ کی عملی صلاحیتوں کو بڑھاتی ہے، جو مسلم معاشروں کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

8.2 دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت، تحدیات اور عملی اقدامات

دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کی ضرورت جدید دور کے معاشی اور سماجی تقاضوں سے پیدا ہوئی ہے، جہاں طلبہ کو صرف دینی علم سے نہیں بلکہ پیشہ ورانہ مہارتوں سے بھی آراستہ ہونا چاہیے۔ یہ شمولیت طلبہ کو معاشرے کے لیے مفید شہری بناتی ہے اور امت مسلمہ کی ترقی میں مدد دیتی ہے۔ عصری علوم کی اہمیت اس لیے ہے کہ وہ دینی طلبہ کو جدید ٹیکنالوجی اور سائنس سے واقف کرتے ہیں، جو اسلام کی دعوت کو عالمی سطح پر مؤثر بناتی ہے۔ مثال کے طور پر، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا علم طلبہ کو آن لائن دعوت کے لیے تیار کرتا ہے۔
یہ شمولیت دینی اور دنیاوی علوم کے درمیان توازن قائم کرتی ہے، جو اسلامی فلاحی ریاست کے اصول سے ہم آہنگ ہے۔

9 تحدیات اور رکاوٹیں (Challenges)

دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت میں کئی تحدیات اور رکاوٹیں ہیں، جو فکری، انتظامی، اور معاشی نوعیت کی ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

9.1 فکری مزاحمت اور روایتی رویہ

دینی مدارس میں فکری مزاحمت عصری علوم کو "غیر اسلامی" سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جو روایتی رویے سے جڑی ہے۔ یہ مزاحمت مدارس کو جدیدیت سے دور رکھتی ہے، جس سے طلبہ کی عملی استعداد محدود ہو جاتی ہے۔[51] روایتی اساتذہ عصری علوم کو دینی نصاب کی خالصیت کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں، جو مدارس کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔

9.2 اساتذہ کی تربیت کا فقدان

اساتذہ کی تربیت کا فقدان ایک بڑی رکاوٹ ہے، کیونکہ روایتی دینی تعلیم یافتہ اساتذہ کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی تدریس کے لیے مہارت کی کمی ہوتی ہے۔[52] یہ فقدان طلبہ کو مؤثر تعلیم سے محروم کر دیتا ہے، اور نصاب کی ہم آہنگی کو متاثر کرتا ہے۔

9.3 وسائل اور بنیادی ڈھانچے کی کمی

وسائل اور بنیادی ڈھانچے کی کمی مدارس کو کمپیوٹر لیبز، انٹرنیٹ، اور جدید کلاس رومز فراہم کرنے سے روکتی ہے۔[53] یہ کمی طلبہ کی ڈیجیٹل خواندگی کو محدود کرتی ہے، جو عصری علوم کی شمولیت کے لیے ضروری ہے۔

9.4 نصاب میں ہم آہنگی کی مشکلات

نصاب میں ہم آہنگی کی مشکلات روایتی دینی مضامین اور عصری علوم کے درمیان فرق کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، جو طلبہ کے لیے بوجھ بڑھاتی ہیں۔[54] یہ مشکلات طلبہ کی علمی ترقی کو روکتی ہیں اور نصاب کی اصلاح کی ضرورت پر زور دیتی ہیں۔

9.5 دینی تشخص کے مٹنے کا خدشہ

دینی تشخص کے مٹنے کا خدشہ روایتی علماء کو عصری علوم کی مخالفت پر مجبور کرتا ہے، کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شمولیت مدارس کی مذہبی شناخت کو کمزور کرے گی۔ یہ خدشہ مدارس کو جدیدیت سے دور رکھتا ہے، جو طلبہ کی عملی استعداد کو متاثر کرتا ہے۔

9.6 عملی اقدامات

عصری علوم کی شمولیت کے لیے عملی اقدامات میں نصاب کی اصلاح، استادوں کی تربیت، اور وسائل کی فراہمی شامل ہیں۔ مدارس کو چاہیے کہ وہ کمپیوٹر اور سائنس کو نصاب کا حصہ بنائیں اور اساتذہ کو ڈیجیٹل ٹریننگ دیں ۔[55] یہ اقدامات طلبہ کو جدید دنیا سے جوڑیں گے اور ان کی استعداد بڑھائیں گے۔ دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت ضرورت اور اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ یہ طلبہ کو معاصر چیلنجز سے نمٹنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ تحدیات جیسے فکری مزاحمت اور وسائل کی کمی کے باوجود، عملی اقدامات سے اسے ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

9.7 کامیاب ماڈلز اور ان سے استفادہ

دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کے کامیاب ماڈلز دنیا بھر میں موجود ہیں، جو روایتی تعلیم کو جدید علوم سے جوڑتے ہیں اور طلبہ کو

معاشرے کے لیے مفید بناتے ہیں۔ یہ ماڈلز مدارس کو جدید چیلنجز سے نمٹنے کے لیے تیار کرتے ہیں اور ان سے استفادہ کرنے سے پاکستان جیسے ممالک میں بھی تبدیلی ممکن ہے۔

دارالعلوم کراچی ایک کامیاب ماڈل ہے، جہاں دینی نصاب کے ساتھ کمپیوٹر، انگلش، اور سائنس جیسے عصری مضامین شامل کیے گئے ہیں، جو طلبہ کو پیشہ ورانہ میدان میں تیار کرتے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ لاہور نے روایتی دینی تعلیم کو معاشیات اور ماحولیاتی سائنس سے جوڑ کر طلبہ کی عملی استعداد بڑھائی ہے، جو انہیں ملازمتوں کے لیے موزوں بناتی ہے۔[56]

الازہر مصر ایک عالمی سطح کا ماڈل ہے، جہاں دینی علوم کے ساتھ طب، انجینئرنگ، اور AI جیسے مضامین پڑھائے جاتے ہیں، جو طلبہ کو گلوبل مقابلے کے لیے تیار کرتے ہیں۔ جامعۃ الرشید کراچی نے کمپیوٹر سائنس اور انگلش کو لازمی بنایا ہے، جو طلبہ کی ڈیجیٹل خواندگی کو بڑھاتا ہے۔ بیت السلام منصورہ لاہور نے بایو ٹیکنالوجی اور مارکیٹنگ جیسے کورسز شامل کیے ہیں، جو طلبہ کو کاروباری میدان میں شمولیت کا موقع دیتے ہیں۔[57] ان ماڈلز سے استفادہ کرنے سے پاکستان کے مدارس اپنے نصاب کو متوازن بنا سکتے ہیں اور طلبہ کی معاشی خود مختاری کو فروغ دے سکتے ہیں۔

9.8 انٹرمیڈیٹ، بی اے، ایم اے، بی ایس پروگرامز کی مثالیں

انٹرمیڈیٹ سطح پر، مصر کے الازہر میں دینی مضامین کے ساتھ سائنس اور کامرس کے پروگرامز چلائے جاتے ہیں، جو طلبہ کو ہائی سکول کے بعد پیشہ ورانہ کورسز کی تیاری کراتے ہیں۔ بی اے سطح پر، ترکی کے امام حاطپ اسکولز میں اسلامیات کے ساتھ سوشل سائنسز شامل کیے جاتے ہیں، جو طلبہ کی فکری ترقی کو بڑھاتے ہیں۔[58] ایم اے پروگرامز میں، سعودی عرب کی اسلامی یونیورسٹی آف مدینہ نے مذہبی تعلیم کو معاشیات سے جوڑا ہے، جو طلبہ کو پوسٹ گریجویٹ سطح پر تحقیق کے لیے تیار کرتی ہے۔ بی ایس پروگرامز کی مثال ملائیشیا کی IIUM ہے، جہاں دینی علوم کو بایو ٹیکنالوجی سے ملا کر طلبہ کو جدید میدانوں میں شمولیت کا موقع دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جامعۃ الرشید کے بی ایس پروگرامز نے طلبہ کو کمپیوٹر سائنس میں ڈگریاں دلائیں، جو ان کی ملازمت کے مواقع بڑھاتے ہیں۔ یہ مثالیں مدارس کو اپنے نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی طرف راغب کرتی ہیں۔

10 نتائج

- دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کی ضرورت، اہمیت، تحدیات، اور عملی اقدامات سے واضح ہے کہ یہ عمل مدارس کو جدید بناتا ہے اور طلبہ کی استعداد بڑھاتا ہے۔ کامیاب ماڈلز اور تجاویز پر عمل سے یہ ممکن ہے۔
- قرونِ وسطیٰ میں دینی اور دنیاوی علوم کا امتزاج علمی، سائنسی اور تہذیبی ترقی کا بنیادی محرک تھا۔ استعماری دور میں اس وحدت کو ختم کرکے دو متوازی نظام قائم کیے گئے، جس نے نہ صرف علمی معیار کو متاثر کیا بلکہ سماجی و فکری تقسیم کو بھی جنم دیا۔
- قیامِ پاکستان کے بعد مدارس نے اپنے تشخص کے تحفظ کے لیے عصری علوم سے فاصلہ اختیار کیا۔ اس پالیسی نے دینی علوم کے ماہرین اور عصری تقاضوں سے واقف قیادت کے درمیان خلا پیدا کر دیا۔ یہ خلا آج بھی پالیسی سازی اور جدید مسائل کے شرعی حل میں محسوس کیا جاتا ہے۔
- مولانا مودودیؒ، ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ اور شیخ یوسف القرضاویؒ جیسے معاصر مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ دینی و عصری علوم کی وحدت ہی امت کی علمی و تہذیبی قیادت کے لیے ضروری ہے۔
- دارالعلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، الازہر یونیورسٹی مصر، جامعۃ الرشید اور بیت السلام جیسے ادارے اس بات کا عملی ثبوت ہیں کہ دینی نصاب میں عصری علوم کو شامل کر کے اعلیٰ معیارِ تعلیم برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ ان اداروں نے بی اے، ایم اے اور بی ایس پروگرامز کے ساتھ اسلامیات اور عصری مضامین کو مربوط کر کے ایک ماڈل پیش کیا ہے۔
- دینی مدارس میں عصری علوم کے اضافے سے طلبہ نہ صرف دینی قیادت میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں بلکہ معیشت، قانون، سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں بھی حصہ ڈال سکتے ہیں۔ اس سے دینی طبقے کی معاشی خود مختاری اور معاشرتی اثر و رسوخ میں اضافہ ہو گا۔
- تحقیق سے واضح ہوا کہ مدارس کی تعلیمی پالیسی میں اصلاحات کے بغیر علمی وحدت ممکن نہیں۔ اس کے لیے وفاقی سطح پر مشترکہ نصاب کمیٹیوں کا قیام، حکومتی معاونت کا شفاف نظام، اور طلبہ کے لیے جدید مضامین میں وظائف ضروری ہیں۔

11 تجاویز (Recommendations)

دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کے لیے تجاویز عملی اور قابل عمل ہونی چاہئیں تاکہ روایتی ڈھانچہ برقرار رہے اور جدیدیت

کا فائدہ بھی حاصل ہو۔ درج ذیل تجاویز اس سلسلے میں مددگار ہیں۔

- تمام وفاقوں جیسے وفاق المدارس العربیہ، رابطۃ المدارس اور تنظیم المدارس اور دیگر کے ساتھ مشاورت ضروری ہے تاکہ عصری علوم کی شمولیت پر اتفاق رائے ہو۔ یہ مشاورت مشترکہ کمیٹیوں کے ذریعے کی جائے، جو نصاب کی تبدیلی کے لیے رہنمائی فراہم کریں۔ مدارس میں عصری علوم کے نفاذ کے لیے سب سے پہلے تمام وفاقاتِ مدارس کو اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ اگر اس پر بین المکاتبِ فکر اتفاق ہو جائے تو نصاب میں تبدیلی زیادہ مؤثر اور پائیدار ثابت ہوگی
- مشترکہ نصاب کمیٹیوں کا قیام مدارس اور یونیورسٹیوں کے ماہرین پر مشتمل ہو، جو دینی اور عصری علوم کو متوازن نصاب میں شامل کریں۔ یہ کمیٹیاں سالانہ جائزہ لیں تاکہ نصاب جدید تقاضوں سے ہم آہنگ رہے۔ پھر ایک اعلیٰ کمیٹی قائم کی جائے جس میں وفاقوں کے نمائندے، عصری تعلیم کے ماہرین، اور نصاب سازی کے تجربہ کار افراد شامل ہوں۔ یہ کمیٹی اس بات کا تعین کرے کہ کون سے عصری مضامین کس سطح پر اور کس ترتیب سے شامل کیے جائیں۔
- حکومتی معاونت کا شفاف نظام بنایا جائے، جہاں گرانٹس اور فنڈز مدارس کو عصری علوم کی تربیت کے لیے دیے جائیں۔ یہ معاونت اداروں کی نگرانی کے ساتھ ہو تاکہ شفافیت برقرار رہے۔ حکومت اگر مدارس کو عصری مضامین کے لیے مالی معاونت فراہم کرے تو یہ نظام جلد نافذ ہو سکتا ہے، لیکن اس کے لیے شفاف فنڈنگ اور مانیٹرنگ کا نظام ہونا لازمی ہے، تاکہ کسی قسم کی بداعتمادی پیدا نہ ہو۔
- ایسے طلبہ جو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں بھی مہارت حاصل کر رہے ہیں، ان کے لیے خصوصی وظائف اور انعامات رکھے جائیں۔ اس سے طلبہ کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ عصری علوم میں زیادہ دلچسپی لیں گے۔ یہ وظائف حکومت اور نجی اداروں کے ذریعے فراہم کیے جائیں تاکہ طلبہ کی شمولیت بڑھے۔

حوالہ جات

[1] ابن ہشام، سیرت النبی، کراچی: دار الاشاعت، 2000ء، ج1، ص298

[2] ظہیر، نگار سجاد. سیرت نگاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم. کراچی: قرطاس، 2023، ص22

[3] Makdisi, George. *The Rise of Colleges: Institutions of Learning in Islam and the West*. Edinburgh: Edinburgh University Press, 1981, pp. 29–32

[4] شاہ ولی اللہ. حجۃ اللہ البالغۃ. کراچی: دار الاشاعت، 2003، ج1، ص50

[5] ظہیر، نگار سجاد. سیرت نگاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ص130

[6] شاہ ولی اللہ. حجۃ اللہ البالغۃ، کراچی، دار الاشاعت، ج1، ص55

[7] Metcalf, Barbara D. *Islamic Revival in British India: Deoband, 1860–1900*. Princeton: Princeton University Press, 1982, pp. 45–70

[8] Ghafar, Abdul. "Philanthropy in Islam: A Promise to Welfare Economics System." IRTI Working Paper Series, Islamic Research and Training Institute, 2013, P 16

[9] Zaman, Muhammad Qasim. *The Ulama in Contemporary Islam: Custodians of Change*. Princeton: Princeton University Press, 2002, pp. 15–21

[10] Rahman, Fazlur. *Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition*. Chicago: University of Chicago Press, 1982, pp. 55–59

[11] Rosenthal, Franz. *Knowledge Triumphant: The Concept of Knowledge in Medieval Islam*. Leiden: Brill, 1970, 88-90

[12] Nasr, Seyyed Hossein. *Science and Civilization in Islam*. Cambridge: Harvard University Press, 1968, 132-136

[13] Makdisi, George. *The Rise of Colleges: Institutions of Learning in Islam and the West*. Edinburgh: Edinburgh University Press, 1981, 95-100

[14] Candland, Christopher. *The Islamic Welfare State: Muslim Charity, Human Security, and Government Legitimacy in Pakistan*. Cambridge: Cambridge University Press, 2024, P 124

[15] Zaman, Muhammad Qasim. *The Ulama in Contemporary Islam: Custodians of Change*. Princeton: Princeton University Press, 2002, 67-72

[16] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، ابواب کتاب السنۃ، باب: فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث224

[17] الزرنوجی، تعلیم المتعلم، دار الاشاعت، کراچی، 2004ء، ص14

[18] Metcalf, Barbara D. *Islamic Revival in British India: Deoband, 1860–1900*. Princeton University Press, 1982, 49-55

[19] Ghazi, Mahmood Ahmad. *Education in Islam: Philosophical and Socio-Political Foundations*. IIUI Publications, 2002, 90-95

[20] العلق: 1-5

[21] السیوطی، الإتقان فی علوم القرآن، 1:45

[22] فاطر: 28

[23] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 6:408

[24] فصلت: 53

[25] ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، قاہرہ، دار المعارف، 1986ء، ج7، ص460

[26] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 2:304

[27] صحیح مسلم، حدیث: 2204

[28] البخاری، صحیح البخاری، حدیث: 5684

[29] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، ابواب کتاب السنۃ، باب: فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث:224

[30] امام غزالی، احیاء علوم الدین، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1993ء، ج1، ص27

[31] ابن خلدون، مقدمہ، مترجم فرزانہ سلہوترا، پرنسٹن، پرنسٹن ونیورسٹی پریس، 1958ء، ص60

[32] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج2، ص113

[33] مالک بن انس. المدونۃ. بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1994، 16:24

[34] ابن خلدون، مقدمۃ، ص:429

[35] ندوی، ابوالحسن علی. علماء کا معاشرے میں کردار. لکھنؤ: مکتبۃ الفرقان، 2002، ص:45

[36] ابن خلدون، مقدمہ، ص429

[37] Saeed, Riaz Ahmad. “Fundamental Principles of Islamic Welfare State in the Light of Seerah: Applications in Pakistan’s Perspective.” *Pakistan Journal of Islamic Research* 18, no. 1, 2017: 49–73

[38] Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*. Cambridge: Islamic Texts Society, 2003, P 251

[39] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، 1: 123

[40] Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*., P 253

[41] Candland, Christopher. *The Islamic Welfare State: Muslim Charity, Human Security, and Government Legitimacy in Pakistan*. P 120

[42] Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*., P 251

[43] Saeed, Riaz Ahmad. “Fundamental Principles of Islamic Welfare State in the Light of Seerah: Applications in Pakistan’s Perspective.” P 54

[44] Ghafar, Abdul. “Philanthropy in Islam: A Promise to Welfare Economics System.” P 16

[45] Ghafar, Abdul. “Philanthropy in Islam: A Promise to Welfare Economics System.” P 17

[46] Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*., P 253

[47] Saeed, Riaz Ahmad. “Fundamental Principles of Islamic Welfare State in the Light of Seerah: Applications in Pakistan’s Perspective.” P 56

[48] Ghafar, Abdul. “Philanthropy in Islam: A Promise to Welfare Economics System.” P 19

[49] Candland, Christopher. *The Islamic Welfare State: Muslim Charity, Human Security, and Government Legitimacy in Pakistan*. P 124

[50] Saeed, Riaz Ahmad. “Fundamental Principles of Islamic Welfare State in the Light of Seerah: Applications in Pakistan’s Perspective.” P 57

[51] Ghafar, Abdul. “Philanthropy in Islam: A Promise to Welfare Economics System.” P 12

[52] Candland, Christopher. *The Islamic Welfare State: Muslim Charity, Human Security, and Government Legitimacy in Pakistan*. P 115

[53] Ghafar, Abdul. “Philanthropy in Islam: A Promise to Welfare Economics System.” P 55

[54] Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*., P 252

[55] Candland, Christopher. *The Islamic Welfare State: Muslim Charity, Human Security, and Government Legitimacy in Pakistan*. P 118

[56] Saeed, Riaz Ahmad. “Fundamental Principles of Islamic Welfare State in the Light of Seerah: Applications in Pakistan’s Perspective.” P 55

[57] Candland, Christopher. P 118

[58] Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*., P 252